Regd. No. A. [illegible]
Telephone No. 59
Telegram "ANJUMAN"

چندہ سالانہ تین روپے
فی پرچہ دس نئے پیسے
تاریخ اشاعت

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڈھ - ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۴۴

اردو اور لاطینی رسم خط

(البیچ پوری، سری نگر کشمیر)

اردو زبان سے وحشت کا باعث اس کا رسم خط بھی ہے اردو کو آنجہانی مہاتما گاندھی کے خیال کے مطابق ناگری رسم خط میں لکھنے کی تجویز بھی پیش کی جاتی ہے اور ہندی اور اردو دونوں زبانوں کے متضاد طریقوں کو مٹا کر لاطینی رسم خط کو اپنانے پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیوں ہو کہ ہندی بھاشا کو بائیں طرف سے لکھا دیکھنے کے شتنی ایک ایسے رسم خط کو برداشت کریں جو بالکل ہی مخالف سمت یعنی دائیں سے بائیں طرف لکھا جائے۔ اس لئے صلح پسندوں نے اس امر پر بھی غور کیا کہ انگریزی جو ایک سو سال سے ہمارے ملک پر چھائی ہے اور اب بھی اس کا اقتدار مدتوں کے لئے محفوظ و بے خطر ہے کیوں نہ اسی کے رسم خط (لاطینی) کو اردو اور اگر ہندی والے مانیں تو ہندی کے لئے بھی اپنا لیا جائے۔

دنیا کی صرف چار زبانیں ایسی ہیں جن کا رسم خط سامی ہے۔ ترکی، فارسی، عربی اور اردو۔ کمال اتاترک نے ترقی پسندی کے ابھرتے اور پھیلتے ہوئے طوفانوں میں قدیم روایات کو دفنا کر تمدن کے ہر موجودہ نقش کو مٹا ڈالا۔ ترکی پہلی زبان تھی جس نے اپنا رسم خط سامی سے لاطینی بدلا۔ ایران میں بھی تجربات ہوئے اور اب اس رسم خط سے عناد ضروری ہے جس کا رنگ روپ اسلامی زبانوں سے ملتا جلتا ہے اور اردو ہندوستان میں تب باقی رہ سکتی ہے جب یہ اپنا خرقۂ دیرینہ اتار کر یا تو دھوتی کرتے سے ناطہ جوڑے یعنی ناگری رسم خط اپنائے ورنہ کوٹ اور پتلون لگانا پسند کرے۔

اب ہم ذرا اس بات کا جائزہ لیں کہ اگر اردو کے لئے لاطینی رسم خط کو اختیار کیا جائے تو کیا اردو زبان کی تمام آوازیں لاطینی حروف کے ذریعے ادا ہو سکتی ہیں کہ نہیں۔ ویسے تو یورپ کی متعدد زبانوں کا رسم خط لاطینی ہے۔ یہاں لاطینی حروف کی آوازوں سے انگریزی زبان میں مستعمل آوازیں مراد ہیں۔

لاطینی زبان میں حروف دو قسم کے ہیں۔ حروف اصلی (Consonants) اور حروف علت (Vowels) اور ہر دو قسم کے حروف باہم ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ حروف اصلی یہ ہیں:-

CONSONANTS	اصوات	CONSONANTS	اصوات
b	ب	a	ا
d	ڈ	s	س
f	ف	t	ٹ
g	گ	r	ر
h	ح	y	ی
j	ج	z	ز
k	ک		
l	ل		
m	م		
n	ن		
p	پ		

علاوہ بریں X - W - Q - C چار اور حروف ہیں لیکن یہ کوئی مخصوص آواز نہیں دیتے C بعض دفعہ K کی آواز دیتا ہے اور بعض دفعہ S کی Q اور K تقریباً ایک ہی ہیں۔ W اور V دونوں واؤ کی آواز دیتے ہیں اور X کوئی مفرد آواز نہیں بلکہ K اور S کا مجموعہ ہے چونکہ حروف اصلی صرف ۱۸ آوازوں

کو ظاہر کر سکتے ہیں

حروف اعراب یہ ہیں :-

اصوات	ویول ساؤنڈ	اصوات	Vowels
واؤ مجہول	o	فتحہ	a
ضمہ	u	یائے مجہول	e
		کسرہ	i

گویا حروف اصلی اور حروف اعراب ملا کر کل بائیس حروف ہوئے اور ان سے ۲۲ آوازیں ادا کی جا سکتی ہیں لیکن اردو زبان میں جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ، باون (۵۲) آوازیں ہیں ۔ اگر ہم چاہیں کہ یہ تمام ان ۲۲ حروف کے ذریعے ادا کیا جائے تو آٹھ حروف میں سے ہر ایک کو تین تین آوازوں کے لئے رکھنا پڑے گا اور باقی حروف میں سے ہر ایک سے دو دو آوازیں ظاہر کرنا پڑیں گی ۔

یہاں یہ بات ظاہر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ انگریزی حروف میں سے ہر ایک کئی مختلف آوازوں کو ظاہر کرتا ہے لیکن یہاں آسانی کے لئے صرف ایک ہی آواز دکھائی گئی ہے ۔

اصوات و علامات زبان اردو - اردو میں ۵۶ علامتیں لکھی جاتی ہیں ۔

ا ب پ ت ٹ ث ، ج چ ح خ ، د ڈ ذ ، ر ڑ ز ژ س ش ، ص ض ، ط ظ ، ع ، غ ، ف ق ، ک گ ، ل م ن ، و ہ ی ، بھ پھ تھ ٹھ ، جھ چھ ، دھ ، ڈھ ، رھ ، ڑھ کھ ، گھ ، لھ ، مھ ، نھ ، زبر (ـَ) زیر (ـِ) پیش (ـُ) تشدید (ـّ) جزم (ـْ)

مذکورہ بالا علامات میں سے ث ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ذ ، ع ، ۃ کی اگرچہ عربی زبان میں مخصوص آوازیں ہیں لیکن اردو میں تقریباً کم ہی آتی ہیں کیونکہ ث ، س اور ص ۔ ح اور ہ ، ز ، ض ، ظ اور ذ ، ط اور ت اور ا ، ع اور ء کی آوازیں قریباً یکساں ہیں ۔ تشدید اور جزم محض علامتیں ہیں اور ان کی کوئی آواز نہیں ، یہ گیارہ علامتیں اگر ۵۶ سے نکال دی جائیں تو باقی ۴۵ علامتیں رہ جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی مستقل آواز ہے ۔

اردو زبان میں اعراب دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ اعراب بذریعہ حرکات (زبر ۔ زیر ۔ پیش) جن کا ذکر گزر چکا ۔ اور اعراب بذریعہ حروف (الف ، واؤ ، یای) مثلاً باد ، طور ، دید میں الف ، واؤ ، یائی حرف اعراب ہیں لیکن واؤ یا یای جب اعراب ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک تین تین آوازوں کو ظاہر کرتا ہے ۔ مثلاً سُود ، موت ، کوٹ اور عید ، ٹیک اور بیت ۔ گویا اعراب بذریعہ حروف سات مختلف آوازوں کو ظاہر کرتے ہیں اگر ان سات آوازوں کو پہلی ۴۵ آوازوں میں جمع کریں تو کل ۵۲ آوازیں ہو جاتی ہیں ۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ اردو زبان میں کل ۵۲ آوازیں ہیں لیکن علامتیں ۵۶ ہیں جن میں سے ۱۱ تو ایسی ہیں جن کی کوئی آواز نہیں اور ۱۵ یعنی بھ پھ وغیرہ مفرد نہیں بلکہ مرکب علامتیں ہیں ۔ اگر ۵۶ میں سے یہ ۲۶ نکال دی جائیں تو باقی ۳۰ مفرد علامتیں رہ جاتی ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اردو میں ۵۲ آوازیں ہیں لیکن ان کو ظاہر کرنے کے لئے صرف ۳۰ علامتیں ہیں باقی ۲۲ آوازیں ان ہی علامتوں کی ترکیب سے ادا کی جاتی ہیں بھ پھ وغیرہ اگرچہ مرکب علامتیں ہیں لیکن حروف کی ترکیب کچھ اس انداز سے ہوتی ہے کہ مرکب بالکل نئی علامت پیش کرتا ہے اور تحریر و قرات میں کسی قسم کا التباس پیدا نہیں ہوتا ۔ اس لئے اگر کسی قدر فراخ دلی سے کام لے کر ان کو قابل کار سمجھ لیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں ۵۲ آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے صرف ۴۵ علامتیں ہیں ۔ باقی سات آوازوں کے لئے نئی علامتیں وضع کرنا چاہئیں موجودہ اردو رسم خط میں سب سے بڑا نقص یہی ہے ۔ اس کے علاوہ اور نقائص بھی ہیں جنہیں مختصر طور پر درج کیا جاتا ہے ۔

(۱) گیارہ علامتیں ایسی ہیں جن کی کوئی خاص آواز نہیں ہے ۔

(۲) حرکات کی علامتیں حروف نہیں اور انگریزی اور یورپ کی دیگر زبانوں کی طرح حروف کے ساتھ ملا کر نہیں لکھی جاتیں بلکہ حروف سے علیحدہ اوپر اور نیچے لکھی جاتی ہیں اس لئے کتابت میں بہت تکلیف ہوتی ہے اور غلطی کا بہت زیادہ احتمال ہے ۔

(۳) حروف سب کے سب ملا کے لکھے جاتے ہیں نہ منقطع ۔ بلکہ بعض ملا کر لکھے جاتے ہیں اور بعض منقطع ہیں ۔ اس لئے کاتب الفاظ کے درمیان اگر مناسب فاصلہ نہ چھوڑے (اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے) تو مبتدی اور غیر اہل زبان کے لئے اس کی صحیح قرات بہت مشکل ہے ۔

(۴) طباعت سہولت سے نہیں ہو سکتی ۔ لیتھو اور ٹائپ میں نمایاں فرق ہوتا ہے ۔ (باقی)

بجرالکریم

دفتری خط و کتابت صرف جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کے نام سے کیجئے ۔ (منیجر)

ہماری زبان

۲۲ر نومبر ۵۵ء

اُردو کانفرنس دہلی

انجمن ترقی اُردو ہند کی جو کانفرنس دہلی میں عنقریب ہونے والی ہے، اس کا پورے ملک میں خیر مقدم کیا گیا ہے۔ یہ کانفرنس کئی حیثیتوں سے اہم ہوگی۔ اُمید ہے کہ اُس وقت تک انجمن کا وفد صدر جمہوریہ سے مل چکے گا اور انھیں اُردو دوستوں کے جذبات و خیالات سے پوری واقفیت ہو چکی ہوگی۔ ہمیں اُمید ہے کہ صدر اس قومی زبان کے ساتھ جس نے ہماری مشترک تہذیب کے فروغ میں نمایاں حصّہ لیا ہے اور جو زندگی کے ہر موڑ پر ہماری رہبری اور رہ نمائی کرتی رہی ہے، پورا پورا انصاف کریں گے۔ کانفرنس میں ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ہم حکومت کو توجہ دلانے کے علاوہ ہندستان کی اکثریت کو اُردو کے حقوق کی پاس داری کرنے کا احساس دلائیں اور خود اُردو دوستوں کو عزم و اعتماد کے ساتھ اپنی زبان کی حفاظت اور اشاعت کی طرف مائل کریں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ اس کے ذریعے سے ملک میں ہماری تنظیم مضبوط ہوگی۔ ہم زیادہ منظم طور پر کام کر سکیں گے اور اُردو کی تعلیم، اس کے چلن، اس میں تصنیف و تالیف، طباعت و اشاعت سب پہلوؤں کی بہتر نگرانی کر سکیں گے۔

ہماری دہلی کی شاخ بڑے جوش سے کام کر رہی ہے۔ استقبالیہ کمیٹی کے ممبر بڑی تعداد میں بن چکے ہیں۔ ۴ر دسمبر ۵۵ء کو استقبالیہ کمیٹی کے عہدہ داروں کا انتخاب ہوگا۔ کانفرنس کی تاریخیں ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶ر دسمبر رکھی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہفتے دو ہفتے آگے کی تاریخیں رکھنی پڑیں۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ ہوگی۔ انجمن ترقی اُردو ہند اب فعال اور با عمل ہے۔ اسے پورے ہندستان کے اُردو دوستوں کی ہمدردی، تائید اور تعاون حاصل ہے۔ اس کا تکیہ حکومت پر نہیں ہے۔ اس کے پیچھے اُردو والوں کے عزم و ارادے کی طاقت ہے۔ وہ حکومت کو اس کا فرض یاد دلاتی ہے۔ اکثریت سے رواداری اور انصاف کی طلبگار ہے اور اُردو والوں سے اپنی زبان کی خاطر یقین محکم اور عمل پیہم کی۔ اُسے یقین ہے کہ وہ بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی کیونکہ اسے اپنے وطن پر اور اپنے مشن پر اعتماد ہے۔

اُردو ڈرامے

ابھی حال میں سارے ملک کی یونیورسٹیوں کے طالب علموں کا میلہ دہلی میں ہوا تھا، جس میں ڈراموں، گانوں، رقص، مصوری وغیرہ کے مقابلے ہوئے تھے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس موقع پر پانچ یونیورسٹیوں نے اُردو میں ڈرامے پیش کئے اور دیکھنے والوں اور اخبارات کے نمائندوں نے انھیں بہت پسند کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر بہترین ڈراموں پر انعامات ملتے تو اُردو کے کئی ڈراموں کو انعام کا مستحق قرار دیا جاتا۔ لیکن اب کی نہ معلوم کیوں مختلف زبانوں میں بہترین ڈراموں کو سرٹی فکٹ دینا ہی کافی سمجھا گیا۔ ہمارے خیال میں بہترین ڈرامے پر انعام علیحدہ ہونا چاہئے اور ہر زبان کے اچھے ڈراموں کو سرٹی فکٹ علیحدہ دینا چاہئے۔ بہرحال اُردو میں ڈرامے کی روایت زیادہ پرانی نہ ہوتے ہوئے بھی اُردو کے ڈرامے خواص و عوام میں مقبول ہو رہے ہیں اور ان کا معیار برابر بلند ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سب اُردو دوستوں کے لئے بڑی خوشی کی بات ہے۔ ڈرامہ کے ذریعے سے جس طرح ہم زندگی کی کشمکش، اس کے نازک لمحات کی عکاسی، انسانی کردار اور سیرت کے اسرار، زندگی کی بصیرت کی ترجمانی کر سکتے ہیں وہ دوسری اصناف میں ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے ہمارے نزدیک یونیورسٹیوں کے طلبہ کے اس میلے میں اُردو کے ڈراموں کی مقبولیت ایک اچھا شگون ہے۔

برہان اور اُردو

ہمارے محترم مدیر برہان نے اس دفعہ پھر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اُردو کے حقوق کے لئے حکومت سے کہنا سننا بے کار ہے۔ صدر کے پاس وفد لے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اُردو کانفرنسیں ہمارے درد کا مداوا ہیں۔ ہمارے فاضل دوست کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا میں جد و جہد کے بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا، اور گو ہمیں اپنے طور پر بہت کچھ کرنا ہے مگر ایک جمہوری حکومت میں اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانا اور حکومت اور اکثریت کو اس

کا فرض یاد دلانا بھی ضروری ہے۔ جو لوگ اپنے گوشۂ تنہائی سے باہر نہیں نکلتے، انھیں یہ علم نہیں ہے کہ حالات کس طرح بدلتے ہیں۔ آج ملک میں اُردو دوستی کی فضا پہلے سے زیادہ ہے۔ اُردو ادب کی مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ اُردو کی قومی حیثیت کو بھی اعتراف ہو رہا ہے۔ جمہوریت کے تصورات رفتہ رفتہ دلوں میں گھر کرتے جاتے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں اُردو کی تحریک کو ہمہ جہت اور ہمہ گیر بنانا چاہیئے، اپنا کام بھی کرنا چاہیئے اور قومی حکومت سے بھی مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اُردو کے ساتھ انصاف کرے اور اپنی دانائی اور انصاف پسندی کا ثبوت دے۔ اگر اس کی وجہ سے کچھ تنگ نظر حلقوں میں ہماری مخالفت کی لے تیز ہو تو ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اگر راہ میں کچھ مشکلات ہی کا احساس ہے تو منزل سے ہم آغوشی کیسے نصیب ہوگی۔ منزل کی لگن دشواریوں کو بالآخر ہموار کر ہی لیتی ہے۔ اگر اُردو کی تحریک کا تعلق عوام سے مضبوط ہو۔ اگر اس کی قومی اہمیت روز بروز روشن ہوتی جائے۔ اگر اُردو والے متحد اور منظم رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوں۔ ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

مدھیہ پردیش اُردو کنونشن

مدھیہ پردیش اردو کنونشن کا افتتاح ایوان صدر منزل میں ہوا مدھیہ پردیش کے دور دراز علاقوں کے ۵۰۰ مندوبین اور یوپی، راجستھان اور آندھرا کے نمائندوں نے شرکت فرمائی۔

ڈائس کے اردگرد اردو کے نامور ادبا و شعراء کی قلمی تصاویر نہایت سلیقے سے سجائی گئی تھیں۔ ڈائس پر انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کے نئے صدر جناب کوثر چاندپوری اور جناب پروفیسر احتشام حسین، نواب سرور علی خاں کوروائی اور نواب صابر علی خاں آف نرسنگڑھ بھی تشریف فرما تھے۔

ریاستی وزیر خوراک جناب عبدالقادر صدیقی نے افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی زبان کو ختم کرنا قدرت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ آپ نے اردو کے حامیوں کو مشورہ دیا کہ مایوسی کا شکار نہ ہوں اور عزم و حوصلہ کے ساتھ کام کرتے رہیں۔

اپنی صدارتی تقریر میں جناب حیات اللہ انصاری نے بڑی تفصیل کے ساتھ اردو تحریک کے مسائل پر روشنی ڈالی۔ آپ نے اردو کو ہندی کا ایک اسلوب قرار دینے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اردو کو ختم کرنے کی غرض سے ایک دھوکا ہے۔ ہندی والے اردو کو بہلا پھسلا کر اس کا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں۔

انصاری صاحب نے فرمایا کہ میری دلی خواہش ہے کہ اردو کا ادب ہندی میں منتقل کیا جائے۔ لیکن محض دیوان غالب کو منتقل کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ ڈرامے نوٹنکی اور دیگر عوام پسند چیزیں منتقل کرنا ہوں گی۔

آپ نے فرمایا کہ اردو میں تعلیم کا انتظام ہونا چاہیئے اور اسے مناسب حق دلانا چاہیئے۔ جو دیگر علاقائی زبانوں کو حاصل ہے۔

آپ نے پرزور الفاظ میں فرمایا کہ اردو کو ختم کر دینے کا مطلب کروڑوں انسانوں کو اچھوت بنانے کے مترادف ہے زبان کی تبدیلی کے بعد کئی نسلوں تک ان لوگوں میں احساس کمتری رہے گا۔ کیا کوئی جمہوری ملک یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کے عوام خودداری سے محروم ہو جائیں۔

یوپی کی اردو تحریک کا جائزہ لیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس میں ہر فرقے کے لوگوں نے تعاون کیا ہے۔ شروع میں ہندی والوں نے ہمیں غدار کہا لیکن اب ایسا کہنا چھوڑ دیا ہے یہ مہربانی یوں ہی نہیں بلکہ ہماری صداقت کی بنا پر ہے ہم ※

※ جارحانہ لڑائی نہیں لڑ رہے ہیں، ہم نے اصلاحی جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ دوسری طرف بھی یہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ادھر ضمیر ہے اور اُس طرف ضمیر غائب۔

انصاری صاحب نے رائے دی کہ اردو کی زندگی اسی میں ہے کہ وہ سب کی زبان سمجھی جائے جس روز یہ مسلمان کی زبان بن گئی اس دن عربی کی کتابوں کی طرح طاق میں رکھ دی جائے گی۔

انصاری صاحب نے انجمن ترقی اردو کو سرکاری سرپرستی حاصل ہونے کی تردید کی۔ آپ نے پر لطف انداز میں فرمایا کہ اگر انجمن ترقی اردو سرکاری بن جائے تو اچھا ہے۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمیں یقین اور عقیدے کی مضبوطی سے کام لینا چاہیئے۔ ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

ہمہ گیر عمومی تعلیم

فلاسفیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی کا ایک غیر معمولی جلسہ بصدارت جناب ظفر احمد صدیقی ۴ر نومبر ۵۶ء کی صبح کو ۱۰ بجے فلاسفی لکچر تھیٹر میں منعقد ہوا۔ جس میں جناب ڈاکٹر عابد حسین ڈائرکٹر جنرل ایجوکیشن مسلم یونیورسٹی نے ایک مقالہ بعنوان "ہمہ گیر عمومی تعلیم" (جنرل ایجوکیشن) پڑھ کر سنایا۔ اساتذہ میں سے تقریباً ۲۵ افراد اور اس سے زیادہ طلبہ نے شرکت کی۔

ابتدا میں سکریٹری نے گزشتہ جلسہ کی کارروائی پڑھ کر سنائی۔ پھر جناب صدر نے ڈاکٹر عابد حسین کا تعارف کرایا۔ موصوف کو حال ہی میں حکومت ہند کی طرف سے "پدم بھوشن" کا جو خطاب ملا ہے اس پر فلاسفی ڈپارٹمنٹ اور سوسائٹی کی طرف سے مبارک باد پیش کی گئی مقالہ کی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اساتذہ اور طلبہ کو جنرل ایجوکیشن کی اسکیم سے روشناس کرانا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس کام کے لئے ڈاکٹر صاحب سے زیادہ موزوں اور کون ہو سکتا ہے۔

جناب صدر کی درخواست پر ڈاکٹر صاحب نے اپنا مقالہ پڑھ کر سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل نظام تعلیم پر تنقید ارباب سیاست اور اہل علم کا شیوہ بن گیا ہے۔ مگر اب ضرورت تنقید سے زیادہ اصلاح کے لئے قدم اٹھانے کی ہے۔ جنرل ایجوکیشن کی اسکیم سے ہماری تعلیم کی بہت سی خامیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے روشناس کرنے کے لئے آپ نے سب سے پہلے تعلیم کی تعریف کی: "تعلیم وہ عمل ہے جس کے ذریعہ کسی فرد کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں کو نشو و نما دے کر اسے مہذب انسان اور مہذب سماج کا ایک رکن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔" تعلیم ایک طرف فرد کی شخصیت کی تعمیر پر زور دیتی ہے اور دوسری طرف ایسے افراد کے ذریعہ صالح معاشرہ کی تشکیل کی راہ ہموار کرتی ہے۔ تعلیم کی اس تعریف کی روشنی میں آپ نے تاریخ کا جائزہ لے کر بتایا کہ انیسویں صدی میں انفرادیت پسندی کا رجحان تعلیم میں غالب ہو گیا تھا۔ جس کے رد عمل کے طور پر اجتماعیت پسند تحریکیں اٹھیں۔ ان کے زیر اثر تعلیم کا اجتماعی پہلو نمایاں ہوا اور انفرادی پہلو دب گیا۔ اشتراکی تہذیب میں یہ کمزوری نمایاں طور پر محسوس کی جاتی ہے۔

ایک متوازن تہذیب کو جنم دینے کے لئے ایک متوازن اور ہمہ گیر تعلیم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "تہذیب نام ہے اعلیٰ قدروں کے ہم آہنگ شعور کا اور اس شعور کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کا" تہذیب کی یہ اعلیٰ قدریں حیاتی بھی ہیں اور اقتصادی بھی، سماجی اور اجتماعی بھی، جمالیاتی اور علمی بھی، مذہبی اور روحانی بھی۔ انسان اور کائنات کے آغاز و انجام، اور مقصد تخلیق کا گہرا شعور ایک اچھی تہذیب کی تعمیر کے لئے ناگزیر ہے۔ تعلیم کو اس شعور کے پیدا کرنے میں اپنا حصہ لینا چاہئے۔ تعلیم میں سماجی، مذہبی اور فلسفیانہ قدروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مخصوص انفرادی رجحانات اور صلاحیتوں کی نشو و نما تعلیم کا ایک اہم کام ہے۔ مگر فرد میں سماجی اور مذہبی قدروں کا شعور پیدا کر کے اسے سماج کا ایک بہتر رکن بنانا اس سے کم اہم نہیں ہے۔

تعلیم کے اس تصور کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب نے موجودہ نظام تعلیم کا جائزہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ عہد جدید میں تخصیص (SPECIALIZATION) کو اتنی اہمیت دیدی گئی ہے کہ انفرادیت کی ترقی کی خاطر اجتماعیت قربان ہو گئی ہے۔ چنانچہ زندگی کے جامع تصور، انسانی اقدار، کائنات اور حیات کے بارے میں بنیادی سوالات کیطرف طالب علم کی توجہ کبھی مبذول نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب و اخلاق اور فلسفہ کی طرف سے عام بے اعتنائی کی ذمہ داری سائنس پر نہیں ہے بلکہ نظام تعلیم کے سر ہے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تعلیم کا موجودہ نظام زندگی میں وہ نظم و ضبط، وہ سماجی شعور اور ذمہ داری، وہ اخلاقی احساس اور بلندی کردار نہیں پیدا کرتا جو تعلیم کی غایت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ نظام تعلیم کا یہ بحران ہندستان میں زیادہ شدید ہے، ہماری یونیورسٹیوں میں نہ عمومی تعلیم کے ذریعہ اجتماعیت اور زندگی کی اعلیٰ قدروں کا شعور دیا جاتا ہے اور نہ ہی انفرادی رجحانات اور صلاحیتوں کی ترقی کے لئے تخصیصی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جنرل ایجوکیشن کی اسکیم کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ اس کے پیش نظر ایک مضمون کا اضافہ نہیں ہے بلکہ تعلیمی نظام کی از سر نو تشکیل ہے، نئی اسکیم میں گریجویشن کی تعلیم تین سالوں پر مشتمل ہوگی، جس میں تخصیص کے پیش نظر صرف ایک مضمون کو توجہ کا مرکز بنایا

جائے گا۔ اسی مضمون میں طالب علم ایم۔ اے میں تخصیص کرے گا۔ وہ ادبی مضامین ہوں گے مگر ان کی حیثیت (Compulsory Subsidiary) ہوگی۔ اس طرح جنرل ایجوکیشن کے نئے مضمون کی گنجائش بھی نکل آئے گی جس کے ذریعے تعلیم کے اجتماعی پہلو۔ تہذیب کی اعلیٰ قدروں، اور زندگی کی وحدت اور جامعیت کی بقا اور ارتقاء کا کام لیا جائے گا۔ اس نئی اسکیم سے توقع ہے کہ فردکی انفرادیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسے سماج کا ایک خیر پسند اور فعال رکن بنایا جاسکے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ علی گڑھ نے اس اسکیم کو سب سے پہلے اپنایا ہے آپ نے توقع ظاہر کی کہ گذشتہ چوتھائی صدی میں مسلم یونیورسٹی کے علمی وقار کو جو ٹھیس لگی ہے اس کی بڑی حدتک تلافی عمومی تعلیم کی اسی سبقت سے ہوسکے گی۔

آپ نے پھر تفصیل سے اس مواد تعلیم کا تعارف کرایا جسے اس اسکیم کے تحت جنرل ایجوکیشن کا ڈپارٹمنٹ تیار کررہا ہے۔ یہ مواد عالم وجود اور عالم اقدار سے متعلق منظم معلومات پر مبنی ہوگا، اس میں جذباتی فکر اور علمی فکر دونوں کی نشوونما کا خاص اہتمام ہوگا۔ ہندوستان کے تہذیبی ماحول اور اسلامی تہذیب اور چینی تہذیب کو اس میں خاص مقام حاصل ہوگا۔

آپ نے آخر میں فرمایا کہ حکومت ہند ہماری اس اسکیم میں ہر طرح سے تعاون کے لئے تیار ہے۔ ضرورت ہے کہ یونیورسٹی کے افراد اس اسکیم کو ہمت اور عزم کے ساتھ اپنائیں۔

مقالہ کے بعد اساتذہ کے حلقے سے سوالات ہوئے جن کا ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ جلسہ بڑی کامیابی کے ساتھ ۱۲ بجے کے قریب ختم ہوا۔

عبدالحق
سکریٹری فلاسیفکل سوسائٹی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ڈاکٹر عابد حسین کا سرکاری اعزاز

اردو کے مشہور مصنف ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی علمی و ادبی خدمات محتاج تعارف نہیں۔

حکومت ہند کی جانب سے ۱۹ اکتوبر کو ایک خاص جلسہ میں صدر جمہوریہ ہند نے دوسروں کے ساتھ آپ کو پدم و بھوشن کا خطاب عطا کیا۔

اردو کتابوں پر یوپی حکومت کے انعامات

امسال حکومت اترپردیش نے مندرجہ ذیل پندرہ اردو مصنفین کو ان کی کتابوں پر مجموعی طور پر ۴۵۰۰/- روپے کے انعامات دیئے۔

نام مصنف	نام کتاب	رقم
۱۔ ممتاز حسین جونپوری	تعلیم، خط و املا	۲۵۰/ روپے
۲۔ علی عباس حسینی	ہمارا گاؤں	۵۰۰/ "
۳۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی	ادب کیا ہے؟	۲۵۰/ "
۴۔ مسیح الحسن رضوی	چوتھی بیوی	۲۵۰/ "
۵۔ مسعود حسین خاں	دو نیم	۲۵۰/ "
۶۔ روش صدیقی	محراب غزل	۲۵۰/ "
۷۔ سید سجاد ظہیر	ذکر حافظ	۲۵۰/ "
۸۔ شیخ تصدق حسین	بیگمات اودھ	۲۵۰/ "
۹۔ غلام احمد فرقت	کف گلفروش	۲۵۰/ "
۱۰۔ ڈاکٹر محمد عزیر	اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ	۵۰۰/ "
۱۱۔ مہیش چندر نقش	خرام	۲۵۰/ "
۱۲۔ محمد عباس طالب سنوی	دین الٰہی کے عناصر اربعہ	۲۵۰/ "
۱۳۔ انوار الحسن	امام غزالی کے تعلیمی نظریات و اصلاحات	۲۵۰/ "
۱۴۔ ام مظفر نگری	سدرہ دہلوی	۲۵۰/ "
۱۵۔ ڈاکٹر محمد حسن	ہندی ادب کی تاریخ	۵۰۰/ "

ان انعامات میں تین کتابیں انجمن ترقی اردو کی شائع کی ہوئی ہیں ۱۔ ذکر حافظ ۲۔ اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ ۳۔ ہندی ادب کی تاریخ۔

مراسلات

کیرالا ساہتیہ کانفرنس

محترمی سرور صاحب - آداب گذارش

یہاں کی کانفرنس کا اندازہ میں تو وہاں سے کر ہی نہیں سکتا تھا۔ پانچ پانچ دس دس ہزار کا مجمع برابر جمع ہے اور کانفرنس کے لئے دفاتر اور کالجوں میں چھٹیاں دی گئی ہیں۔ اخبارات نے خاص نمبر نکالے ہیں یہاں کے گورنر، وزیر اعظم نمبودری پاد اور وزیر تعلیم منڈاسری سے ملاقات ہوئی۔ وہاں وقول سے بھی عجیب و غریب جوش و خروش ہے عالم یہ ہے کہ مجمع توجہ اور دلچسپی سے تقریروں اور مقالوں تک کو سنتا رہتا ہے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ علاقائی زبانوں کے مصنفین کو اردو سے بغض نہیں ہے یہاں اردو کے سلسلے میں بہت سے ادیب اشتیاق کے ساتھ مجھ سے ملنے آئے۔ انہیں بھی دہلی کی اردو کانفرنس میں علاقائی زبانوں کے ادیبوں کو ضرور بلانا چاہئے۔ یہاں جنوبی ہند کی چار زبانوں کے ادیبوں نے مل کر ایک بک سوسائٹی بنائی ہے۔ کیرالا میں اس کی شکل اب بک ٹرسٹ کی ہونے والی ہے اور حکومت اس کے کافی حصے خرید رہی ہے۔ ہم بھی اردو میں پبلشروں اور مصنفین کو ملا کر ایک بک سوسائٹی بنا سکتے ہیں تاکہ مصنفین اور پبلشروں کے درمیان انجمن ترقی اردو کی نگرانی میں رابطہ قائم ہو۔ یہ لوگ ایک پرچہ Book News بھی نکالتے ہیں۔ جس کا ایک کالم مصنفین کے تصنیف شدہ یا زیر تصنیف مسودوں کی معلومات سے متعلق ہوتا ہے۔ دوسرا کالم کتابوں کی بکری، مانگ، مارکیٹ بک کی پوزیشن کے بارے میں ہوتا ہے۔ ایک خبرنامہ شامل ہے۔ جس سے پبلشروں کو اندازہ ہو کہ کس کتاب کی کھپت ہے اور کس طرح اس قسم کی کتابوں کی فروخت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں کالم مختصر طور پر ہماری زبان میں شروع کئے جا سکتے ہیں۔ میری تجویز یہ بھی ہے کہ یوپی، پنجاب، دہلی اور ہو سکے تو دوسری حکومتوں اور تعلیمی اداروں سے بات کر کے ٹیکسٹ بک کی تیاری کا کام انجمن اپنے ہاتھ میں لے لے اور پبلشروں میں تقسیم کر دے۔ بڑے پیمانے پر نہ سہی تو کم از کم علی گڑھ یونیورسٹی کے تمام تر اردو نصاب کی تیاری کے کام کو فوراً شروع کیا جا سکتا ہے۔

یہاں بہت سے ڈرامے کتھاکلی۔ بعض لوک گیت دیکھے اور سنے ہیں۔ کتھاؤں کو ان لوگوں نے بڑے لطف سے جدید انداز میں ڈھال لیا ہے۔ ابا بالی کی داستان جسے کے ایم پانیکر نے نظم کی ہے۔

یہاں کے اجلاسوں کی تفصیل یہ ہے پہلا اجلاس افتتاحیہ دوسرا سائنٹفک لٹریچر پر مباحثے کے لئے تیسرا کتابوں کی نمائش کا اس وقت جرنلزم پر ایک کانفرنس ہو رہی ہے جس کی صدارت پوتھن جوزف کر رہے ہیں اور شام کو کوی سمیلن ہے۔ کل طباعت اور ادب کی اصناف پر مقالات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ شام کو ناشرین کی کانفرنس ہے اور ۵ بجے اختتامی سیشن ہے۔ رات کو کتھاکلی کا مجلس شو ہے۔ جو ۵ بجے صبح تک ہوگا۔ سب کے سب عام اجلاس میں اوسطاً مجمع تین ہزار سے کم نہیں ہوتا۔

۶ر اکتوبر ۵۵ء   (ڈاکٹر) محمد حسن۔ کوٹایام کیرالا۔

اُردُو دُنیا

اردو ملک کی مشترکہ میراث

بہار ریاستی اردو کانفرنس پٹنہ کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے پروفیسر شیوناتھ ڈی اے وی کالج بنارس نے کہا کہ یوپی اور بہار کے ایک ایک گوشہ میں اردو بولی جاتی ہے۔ خود سمپورنانند جی اور راجندر پرشاد جی کے گھروں میں اردو بولی جاتی ہے۔ اب یہ اذیت ہے کہ وہ مطلقاً اسے تسلیم نہ کریں۔ اردو کو مسلمانوں کی زبان کہنے والوں کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے پروفیسر شیوناتھ نے کہا کہ اردو لٹریچر کا نصف حصہ غیر اسلامی ہے۔ آج سے دس سال پہلے اردو کے منکرین جن میں مہا سبھائی اور دوسرے فرقہ پرست شامل ہیں نہایت حسین اردو لکھتے اور بولتے تھے۔ پروفیسر موصوف نے اردو والوں سے اپیل کی کہ وہ مایوس نہ ہوں اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد جاری رکھیں اس لئے کہ اردو تحریک کا رخ محرومی سے فتح مندی کی طرف آہستہ آہستہ پھر رہا ہے۔

ٹونک میں بزم مقالات و مشاعرہ

نواب ابراہیم علی خاں صاحب مرحوم خلیل کی شاعرانہ خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے نذر باغ پیلس میں ہز ہائی نس نواب سر محمد اسماعیل علی خاں تاج کی صدارت میں ایک مشاعرہ اور بزم مقالات منعقد کی گئی۔ مقالات میں موصوف کی علم دوستی اور ادب نوازی کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری کی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی۔ مشاعرے میں نواب صاحب مرحوم سے متعلق نظمیں اور قطعات پڑھے گئے۔

انتقال پر ملال

سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے اطلاع دیتے ہیں کہ محمد حفیظ اللہ صاحب سابق پرنسپل ٹریننگ کالج حیدرآباد دکن کا انتقال ماہ جولائی میں ہوگیا۔ مرحوم اردو زبان کے محسنوں میں سے تھے اور اپنی زندگی میں کئی تعلیمی اداروں کی رہبری کرتے رہے۔

بلند شہر میں مشاعرہ

۵۔ نومبر کو بلند شہر میں ایک بزم مشاعرہ حکیم محمود الحق صاحب کے مکان پر منعقد کی گئی جس میں جناب خضر برنی جناب ہمت بلند شہری جناب گوہر خورجوی اور بہت سے اور شعرا نے شرکت فرمائی۔

سمپورنانند جی کے بنگلے پر کامیاب مشاعرہ

وزیر اعلیٰ یوپی شری سمپورنانند کے مکان پر ۷۔ نومبر کو اعلان شدہ مشاعرے کا انعقاد ہوا۔ ایک بجے دن سے ساڑھے چھ بجے شام تک یہ محفل نہایت نفاست کے ساتھ قائم رہی۔ مشاعرے کی صدارت صدیق حسن صاحب کمشنر نے کی۔ جناب سراج لکھنوی جناب نشور واحدی جناب حبیب احمد صدیقی جناب اثر لکھنوی جناب ایس۔ این سنہا اور پروفیسر احتشام حسین کے علاوہ دوسرے مقامی اور بیرونی شعرا نے اپنا کلام سنایا۔ آخر میں وزیر اعلیٰ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

اُردو سے عدم توجہی پر تشویش

جمعیۃ علماء یوپی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ مولانا شاہد فاخری کی صدارت میں ۳ و ۴ نومبر کو صوبائی دفتر لکھنؤ میں منعقد ہوا جلسے میں جمعیۃ کے تنظیمی مسائل پر غور کرنے کے علاوہ اردو کے معاملہ میں صدر جمہوریہ کے سکوت پر اظہار تعجب و تشویش کیا گیا جلسے نے محسوس کیا کہ اردو چاہنے والوں کے ۲۲ لاکھ دستخطوں سے عدم توجہی برتنا نہ صرف اردو والوں کے لئے بلکہ پورے اقلیتی طبقہ کے لئے مایوس کن ہے۔

یوم شبلی

حیدرآباد میں یوم شبلی کے موقعے پر طلبہ میں تحریری و تقریری مقابلے کا انعقاد اردو ہال میں ہوگا۔ انعامات کی تقسیم شری بھیم سین سچر گورنر آندھرا پردیش کریں گے۔ معتمد بزم ادب نے طلبہ اور اساتذہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مقابلے کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنائیں۔

یوتھ فیسٹول میں اردو ڈراما

آج شام کو تالکٹورہ باغ کے اوپن ایئر تھیٹر میں علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ نے ایک ڈراما نقلی چہرے پیش کیا۔ یہ ڈراما ایک جرمن ڈراما سے ماخوذ ہے۔ ڈرامے کو اردو میں منتقل کرنے کا سہرا ڈاکٹر منیب الرحمٰن کے سر ہے جو کہ اس کے ہدایت کار بھی ہیں۔ عوام نے ڈرامے کو کافی پسند کیا۔ یاد رہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی مختلف کلچرل پروگراموں میں چار انعام حاصل کر چکی ہے۔

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو بڑودہ کا مشاعرہ

خلش وردی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن ترقی اردو شاخ بڑودہ کی طرف سے ایک کامیاب مشاعرہ پیرزادہ زین العابدین صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ حضرت اعجاز صدیقی مدیر شاعر بمبئی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک محفل تھے۔ صاحب موصوف نے اپنی غزلیات سنانے کے علاوہ گجرات میں اردو زبان کو فروغ دینے کے بارے میں ایک مناسب تقریر بھی کی۔ آخر میں انجمن کے سرگرم کارکن مولانا وارثی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

خلش صاحب کی اطلاع کے بموجب صوبائی انجمن نے بڑودہ کی شاخ کا الحاق بھی منظور کر لیا ہے۔

نذر آتش

لطف وابستہ ترے غم سے ہی لے یار بہت — گو ستاتی ہے مجھے حسرت دیدار بہت
ہم نشیں بادیۂ عشق ہی پُر خار بہت — رکھیو مت شہر نگاراں سے سروکار بہت
اس پری وش کی جدائی میں یہ عالم ہے کہ رات — شمع جوں روئے ہیں یہ دیدۂ خونبار بہت
چھیڑتی چلتی ہے جب باد صبا گلشن میں — یاد آتی ہے تری شوخیٔ رفتار بہت
کبھی تو اس گل نورس سے جو ملیو تو صبا — کہیو تڑپے ہے ترا مرغ گرفتار بہت

بزم خوباں میں گزر جاتے ہیں جو وقت امین
پوچھئے مجھ سے تو ہیں دن وہی دو چار بہت

سید امین اشرف

جمشید پور میں یوم پریم چند

۲۹ر اکتوبر کو ہندوستان ہتر منڈل گولمڑی اور انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام یوم پریم چند جمشید پور میں منایا گیا۔ جلسہ میں جناب سالک لکھنوی بحیثیت صدر شریک تھے۔ ابتدا میں پریم چند کی زندگی اور ان کے فن پر بصیرت افروز تقریریں کی گئیں اس کے بعد محفل مشاعرہ کا آغاز ہوا جس میں مقامی اور بیرونی اہل سخن نے حصہ لیا۔ مشاعرے سے پہلے جناب جوگندر سنگھ دیپ نے پریم چند پر ایک مقالہ بھی پڑھا۔

اردو کنونشن بھوپال

بھوپال میں پہلے اردو کنونشن کا افتتاح کرتے ہوئے جناب عبدالقادر صدیقی منسٹر سول سپلائز مدھیہ پردیش نے کہا کہ مدھیہ پردیش میں اردو کے بارے میں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اسے زیادہ سے زیادہ آسان بنایا جائے اور فارسی سنسکرت کے الفاظ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کیا جائے۔ جناب حیات اللہ انصاری ایم۔ ایل۔ اے یوپی نے کہا کہ اردو اور ہندی میں لسانی فرق محسوس کرنے والے دراصل اردو کے بہی خواہ نہیں ہیں۔ مجھے ان کے اس کہنے سے اتفاق نہیں ہے کہ اردو اور ہندی ایک زبان ہیں۔ اس سے پہلے مجلس استقبالیہ کے صدر جناب سرور علی خاں نواب کوروائی نے مندوبین کا خیر مقدم کیا

کنونشن کا انتظام انجمن ترقی اردو کی جانب سے کیا گیا ہے۔

ممبرسازی کی تاریخ میں توسیع

کل ہند اردو کانفرنس کی ایڈہاک کمیٹی کا ایک جلسہ مولانا حفظ الرحمان صاحب ایم۔ پی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ممبر سازی کے کام کا جائزہ لیا گیا اور مالی کمیٹی و پروپگنڈہ کمیٹی کے کاموں پر بھی غور ہوا۔ مجلس استقبالیہ کی ممبر سازی کو ناکافی محسوس کرتے ہوئے جلسہ نے طے کیا کہ ممبر سازی کی آخری تاریخ ۱۱ نومبر کے بجائے ۲۱۔ نومبر تک بڑھادی جائے۔ اب اسی فیصلے کے بموجب ۲۱۔ نومبر تک ممبر بنائے جائیں گے اور یکم دسمبر کو مجلس استقبالیہ کا انتخاب ہوگا۔

انجمن کی شاخ ڈرگ کا جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ ڈرگ کا خصوصی جلسہ زیر صدارت جناب حافظ جمیل الرحمن صاحب صدیقی جنرل سکریٹری جمعیۃ العلماء منعقد ہوا جس میں حسب ذیل عہدے دار چنے گئے۔ صدر جناب ڈاکٹر محمد نذیر صاحب نائب صدر قاضی سید جمشید علی صاحب۔ سکریٹری قاضی زین العابدین صاحب قریشی۔ پروپگنڈہ سکریٹری منشی نبی حسن خاں صاحب خازن سیٹھ جعفر علی صاحب۔

نئے لکھنے والوں کے مسائل

سلیمان ظفر

۲۲ اکتوبر اور یکم نومبر کے "ہماری زبان" میں انجم صدیقی صاحب کا مضمون "نوجوان مصنفین کے مسائل" شائع ہوا ہے۔ نوجوان مصنفین کانفرنس سے پہلے کیفی اعظمی صاحب کے کہنے پر اسی موضوع پر میں نے ایک مضمون لکھا تھا اور بعد میں وہ انجمن نوجوان مصنفین کی ایک مخصوص نشست میں پڑھا بھی گیا۔ اس میں میں نے نوجوان مصنفین کے بہت سے مسائل پیش کرنے کی کوشش کی۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارے بہت سے نئے لکھنے والے صداقت، تجربہ، مشاہدے اور تخلیق پر جو کاوش درکار ہے اس سے جی چراتے ہیں لیکن ہم نوجوانوں میں کئی ایسے بھی ہیں جو اپنی تخلیق پر بے انتہا محنت کر کے اسے پیش کرتے ہیں لیکن ان پر یہ الزام کہ "نئی ادبی نسل بڑا کمزور اور انحطاط پذیر ادب لے کر سامنے آرہی ہے" زیادتی پر مبنی ہے۔

میں اپنے بزرگ ادیبوں کی عظمت کا قطعاً اعتراف کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ہمارے بزرگ ادیب مجنوں گورکھپوری، احتشام حسین، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، سردار جعفری، کیفی اعظمی، ساحر لدھیانوی وغیرہ جب ادب کے میدان میں آئے اس وقت سیاسی ابال کا زمانہ تھا اور وہ ایک واضح دشمن سے متحد ہو کر لڑ رہے تھے اور اس پر وار کر رہے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ عوام کو اپنی طرف جلد متوجہ کر سکتے تھے اس لئے شہرت حاصل کرنا آج کی بہ نسبت اس وقت زیادہ آسان تھا۔ علاوہ اس کے اس وقت کے ہمارے بزرگ ادیبوں کی ادبی زندگی بیس، بیس اور پچیس پچیس سال کی ہے اور نئے لکھنے والوں سے ان کے طرح کے ادب اور شہرت کی امید رکھنا حق بجانب نہیں۔

اس وقت ایک جوش تھا، ایک ولولہ تھا، ایک ادیب کی ہر نئی تخلیق پر مہینوں بحثیں ہوتی تھیں۔ اس وقت کے کئی ہمارے بزرگ ادیب ان نئے لکھنے والوں کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ پرچے زیادہ تھے اس لئے انہیں چھپنے میں بھی دقت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب اور تقسیم کے بعد ہمارے یہاں پرچے بہت کم رہ گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے بہت سے نئے لکھنے والے منظر عام پر نہ آسکے ہیں۔ خود شاعر کا رویہ نئے لکھنے والوں کے ساتھ اتنا ہمت افزا نہیں رہا۔

جب مشاعروں اور سستی رسائل و اخبارات نے ہمارے نئے لکھنے والوں کو گمراہ کیا ہے، اور ایک ۲۰ سالہ رسالے کا یہ حال ہے تو آخر نئے لکھنے والے کیونکر ادب میں اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

اتنی دشواریاں ہونے پر بھی ہمارے نئے ادیب مایوس نہیں ہیں وہ لکھ رہے ہیں اور خوب لکھ رہے ہیں جس کا اعتراف سردار جعفری، راجندر سنگھ بیدی اور عصمت چغتائی نے بھی کیا ہے جو کہ انجمن نوجوان مصنفین کے ادبی مقابلے کے جج تھے۔ سردار جعفری نے تو انعام یافتہ اور دوسری اچھی تخلیقات اپنے سہ ماہی مجلہ "نگاہ" میں شامل کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ ہمارے نئے ادیب نئے نئے مسائل لے کر آگے بڑھ رہے ہیں اب ان سے اس وقت یہ امید کہ ہمارے بزرگ ادیبوں کی "موجودگی میں ان ہی کی طرح کوئی نیا ادبی کارواں تیار" کریں بہت ہی غلط اور بے معنی ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ہمارے بزرگ ادیبوں کے پاس بیس، تیس اور پینتیس سالہ ادبی زندگی اور ادبی سرمایہ ہے لیکن ہمارے نئے لکھنے والے اپنی کوششیں جاری رکھیں تو وہ ضرور "نیا ادبی کارواں" بنانے میں کامیاب ہوں گے کیونکہ ان کا ادب "کمزور اور انحطاط پذیر" نہیں بلکہ صحت مند، جاندار اور امید افزا ہے۔

تبصرے

وارث کرمانی

شاہکار (الٰہ آباد)

ادبی ڈائجسٹ شائع کردہ مکتبہ شاہکار الٰہ آباد قیمت عمر

ڈائجسٹ کا تصور ادب کے ساتھ ساتھ عام معلومات سے بھی متعلق رہا ہے لیکن ترتیب دینے والوں نے صرف ادبی ڈائجسٹ ہی پر اکتفا کیا ہے ظاہر ہے اس قسم کا رسالہ اپنے محدود دائرے کے باوجود بھی ادب میں ایک بڑی کمی پوری کرتا ہے۔ آج دنیا میں عیش و فراغت کی جگہ مصروفیت نے لے لی ہے ہمارے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ ایک مختصر ناول پڑھ سکیں۔ نظموں اور افسانوں کے لئے اگر تھوڑا وقت ملتا بھی ہے تو اچھے ادب پاروں کا ہاتھ لگنا ایک مشکل امر ہو جاتا ہے۔ زیر نظر ڈائجسٹ میں اس مشکل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے ذریعے سے ہم اپنے وقت کے بہترین ادب کو کم قیمت اور کم وقت میں دیکھ سکتے ہیں لیکن اس سلسلے میں دو تین باتوں کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے اول تو اس کا دائرہ اگر وسیع ہوتا تو اچھا تھا جس سے ادب کے علاوہ مقبول عام معلومات کو بھی اس کے صفحات پر جگہ مل جاتی۔ وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف ادب کے حدود کو بڑھایا جائے بلکہ ادیبوں کو اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو زندگی کے گوناگوں مسائل سے آگاہ بھی رہے۔ آج کرۂ ارض سے ماہ و مریخ تک کی فضائے بسیط ہماری جولانگاہ بن گئی ہے ساری انسانیت اس عظیم الشان جدوجہد کی تفصیلات کے لئے بیقرار رہتی ہے اس ڈائجسٹ میں ایسی اہم خبریں نیز سیاست، صحافت، معاشیات اور علم ادویات سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ فنون لطیفہ مثلاً رقص موسیقی مصوری اور فلم سے بھی رابطہ رکھا جا سکتا ہے ان تمام باتوں کے بغیر پڑھنے والوں کی ذہنی تشنگی باقی رہتی ہے اور ادیبوں کے بھی فنی تفکر میں "جلوۂ صد رنگ" کی جھلملاہٹ نہیں پیدا ہوتی۔

خالص ادبی نقطۂ نظر سے بھی اس ڈائجسٹ کے فاضل مرتبوں کی توجہ ان کے لکھے ہوئے پہلے ہی جملے کی طرف مبذول کرانا ضروری ہے۔

" اس میں جن نگاروں کی نگارشات جمع کی گئی ہیں ان کے نام پڑھ کر آپ یقیناً خوش ہوگئے ہونگے اس لئے کہ ان کی تخلیقات پڑھنے کے لئے آپ بے چین تھے۔"

مجھے نہیں معلوم کاروباری مجبوری کہاں تک ناشرین کے ادبی خلوص اور فرض پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ تاہم پڑھنے والوں کو نرا شہرت پرست سمجھنا غلط ہے اس ادبی ڈائجسٹ کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بجائے بہترین ادب کے انتخاب کے مشہور مصنفین کے کلام کا انتخاب ہے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ پچھلے کچھ عرصے میں بہترین کلام کا قرعۂ فال انہیں متعدد ادیبوں کے نام پڑا ہو جن کے نام کی درخشانی سے ادارہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔

رسائل کی دی ہوئی فہرست میں ماہنامہ "آجکل" دہلی کا نہ ہونا تعجب خیز ہے۔ جہاں تک معیار کا سوال ہے یہ ماہنامہ منتخب کئے ہوئے بیشتر رسائل سے کمتر نہیں۔ اصناف ادب میں نظم غزل افسانے لئے گئے ہیں اور ادبی تنقید جیسی اہم صنف کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اسے کامیاب و مقبول بنانے کے لئے ان سب پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے اس کو زیادہ ضخیم اور بڑے سائز کا بھی ہونا چاہئے بہ حیثیت مجموعی یہ ادبی ڈائجسٹ خیر مقدم کا مستحق ہے اسے جاری کر کے بانیان ادارہ نے ہماری ایک ادبی ضرورت کی نبض شناسی کی ہے۔

بہار ریاستی اردو کانفرنس کی تجاویز

(بہ سلسلہ گزشتہ)

تجویز نمبر ۵: یہ جلسہ چیئرمین بہار یونیورسٹی کے اس حکم پر سخت احتجاج کرتا ہے جس کی رو سے انجمن ترقی اردو کو ایک سیاسی جماعت قرار دیا گیا ہے اور اساتذہ اور طلبہ کی اس میں شرکت ممنوع قرار دی گئی ہے

یہ جلسہ بہار یونیورسٹی کے ارباب اختیار پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ملک کی ایک مسلّمہ ادبی اور تہذیبی انجمن ہے جس کی حکومت ہند بھی حوصلہ افزائی کرتی ہے یہ انجمن صرف مسلمانوں کی انجمن نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے تمام اردو بولنے والوں کی انجمن ہے جس میں ہر مذہب کے ماننے والے شامل ہیں اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے اس کانفرنس کا مطالبہ ہے کہ اس حکم کو جلد سے جلد واپس لے لیا جائے۔

محرک۔ عبدالباری ساقی صاحب

تائید: ڈاکٹر منظور احمد ایم ایل اے

تجویز نمبر ۶: بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی اس کانفرنس کی رائے میں ریاست بہار میں اب تک اردو کو اس کے جائز حق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اسپیشل آفیسر برائے مکتب انجوکیشن اور اسپکٹنگ مولویوں کا عہدہ ختم کر کے حکومت نے ایک بہت بڑی تعداد کی اردو تعلیم کی نگرانی و حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لی ہے۔ بہار یونیورسٹی کے پے بہ پے وعدوں کے باوجود اب تک یونیورسٹی میں اردو میں ایم۔ اے کلاس نہیں کھولے گئے ہیں اور بیسوں کالج میں پرنسپل اردو بلکہ جن میں اردو گریجویشن تک کی تعلیم کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ بیسک تعلیم کے سلسلے میں اردو مولویوں کی ٹریننگ کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اردو لائبریریاں جو ساری ریاست میں ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان کو حکومت کی جانب سے ملنے والی مراعات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ریاست کے بہتیرے سکنڈری اسکولوں میں اردو اساتذہ نہیں بحال کئے گئے یا ہٹا دیئے گئے ہیں۔ رجسٹری آفسوں میں اب تک اردو میں دستاویزات قبول نہیں کئے جاتے۔

اس کانفرنس کا مطالبہ ہے کہ حکومت ان ✲

یوپی میں کتابوں کی اشاعت

لکھنؤ ۱۰ نومبر۔ حکومت یوپی نے ریاست میں کتابوں کی اشاعت کے بارے میں کچھ اعداد و شمار جمع کئے ہیں جو کافی دلچسپ ہیں

یہ اعداد و شمار اپریل، مئی، جون ۱۹۵۶ء میں طبع ہونے والی کتابوں کے بارے میں ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یوپی میں ان تین ماہ میں کوئی ۶۲۰ کتابیں چھپیں ان میں سے ۲۹۲ تو ہندی میں تھیں ۱۴۳، انگریزی اور ۱۸ اردو میں تھیں۔ بقیہ کتابیں دوسری زبانوں میں شائع ہوئیں جن میں سنسکرت میں ۱۸ اور نیپالی میں سات شامل ہیں

زیادہ تر کتابیں کورس سے متعلق تھیں انگریزی میں کورس کی کتابیں زیادہ چھپیں یعنی ان کی تعداد ۹۰ تھی مگر ہندی اس میدان میں بھی انگریزی سے آگے رہی کیوں کہ ہندی میں ۷۲ نصابی کتب شائع ہوئیں۔

اس کے بعد زیادہ کتابیں افسانوں کے مجموعے اور ناولیں تھیں اس میدان میں اردو کتابوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اردو میں ۲۲ ناولیں وغیرہ شائع ہوئیں انگریزی میں صرف ایک ناول چھپا۔

ہندی میں شعری مجموعے سب سے زیادہ چھپے انگریزی میں کوئی شعری مجموعہ نہیں نکلا مگر اردو میں چار ایسے مجموعے شائع ہوئے۔

انگریزی کتابیں سب سے زیادہ قانون اور سائنس کی چھپیں۔

جن ۲۲ مضامین کی فہرست بنائی گئی ہے ان میں سے علم انسان۔ علم آثار قدیمہ۔ کھیل کود۔ نیچر اسٹڈی اور جنگ کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں چھپی۔ انجینئرنگ میں صرف ایک کتاب انگریزی میں چھپی۔

اردو کتابیں علم نجوم و علم ہیئت۔ سوانح نگاری، ناول و افسانے۔ لسانیات۔ ریاضی شعر و ادب وغیرہ پر شائع ہوئیں۔

✲ اردو کی جانب جلد سے جلد توجہ دے کر بہار کے لاکھوں اردو بولنے والوں کی ان شکایات کا ازالہ کرے۔

محرک: مولانا بشیر صدیقی صاحب

تائید: مولانا عبدالعلیم آسی صاحب دربھنگہ

(طابع و ناشر ... نے ... پریس میں چھپوا کر مرکز انجمن ... سے شائع کیا)